سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ورلی زندگی کو ہی مقصود بنا لیا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ ؍دسمبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے سورۃ کہف میں فرمایا:-

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ أُولٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا اٰيٰتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۝ (الکھف:۱۰۴ تا ۱۰۷)

تفسیر صغیر میں اس کا ترجمہ یہ ہے۔

تو (انہیں) کہہ (کہ) کیا ہم تمہیں ان لوگوں سے آگاہ کریں جو اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے ہیں۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جن کی (تمام تر) کوشش اس ورلی زندگی میں ہی غائب ہوگئی اور (اس کے ساتھ) وہ (یہ بھی) سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے نشانوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کر دیا ہے اس لئے ان کے (تمام) اعمال گر کر (اسی دنیا میں) رہ گئے ہیں۔ چنانچہ قیامت کے دن ہم انہیں کچھ بھی وقعت نہیں دیں گے۔ یہ ان کا بدلہ (یعنی) جہنم اس وجہ سے ہوگا کہ انہوں نے کفر (کا طریق)

اختیار کیا اور میرے نشانوں اور میرے رسولوں کو (اپنی) ہنسی کا نشانہ بنالیا۔‘‘

سورۂ کہف کی ان آیات میں دس باتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں ان لوگوں کے متعلق بتائیں جو سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے ہیں اپنے اعمال کے لحاظ سے۔ انسان مختلف قسموں میں بٹ جاتے ہیں اپنے اعمال کے لحاظ سے۔ ایک وہ ہیں جو خدا تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں، ایک وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا عرفان نہیں رکھتے، ایک وہ ہیں جو زندہ مذہب سے تعلق رکھنے والے ہیں، ایک وہ ہیں جن کا زندہ مذہب سے تعلق نہیں ہوتا، ایک وہ ہیں جو دنیوی لحاظ سے شریفانہ زندگی گزارتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو دنیوی معیار کے مطابق بھی بدزندگی گزارنے والے ہیں۔ ہر شخص اپنے رب سے اپنے اعمال کے مطابق بدلہ پاتا اور جزا حاصل کرتا ہے اور وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں وہ بھی خدا تعالیٰ کے پیار کو اپنی قوتوں اور استعدادوں کے دائرہ کے اندر اپنی اس سعی کے مطابق جو وہ اس دائرہ میں اپنے خدا کے حضور مقبول سعی کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں اس کے مطابق وہ بدلہ پاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے غضب کو حاصل کرتے ہیں اور قہر کی آگ ان کے حصہ میں ہے لیکن ان میں بھی فرق ہے۔ کسی پر اللہ تعالیٰ کم غضب نازل کرتا ہے کسی پہ زیادہ کرتا ہے۔

یہاں یہ مضمون اس بات سے شروع کیا گیا ہے کہ جو سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے ہیں ان کے متعلق ہم تمہیں کچھ بتانے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے اپنے اعمال کے لحاظ سے وہ ہیں کہ جو ایک تو خدا کو پہچانتے نہیں، اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے۔ دوسرے وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نشان ظاہر ہوتے ہیں ان کو پہچانتے نہیں اور جس غرض سے وہ نشان ظاہر ہوتے ہیں وہ غرض ان کی نظر سے پوشیدہ رہتی ہے۔ بدقسمت ہیں وہ اس لئے کہ ان کی ساری توجہ، ان کی ساری کوشش، ان کا سارا عمل ان کا مقصود اور ان کی ہمت جو ہے وہ اس دنیوی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس ورلی زندگی کو انہوں نے اپنا مقصود بنالیا۔

دوسری بات یہاں اللہ تعالیٰ یہ بیان کرتا ہے ان آیات میں اس زندگی کو ورلی زندگی کو

انہوں نے اپنا مقصود بنالیا، اس کے لئے وہ عمل، کوشش، سعی اور جہد کرتے ہیں اور پوری توجہ کے ساتھ اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ اور اپنی پوری ہمت کے ساتھ اس دنیا کو اور صرف اس دنیا کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دنیا کے اموال کے حصول کے لئے جائز و ناجائز میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔ عزت کی خاطر، اپنی چوہدراہٹ کی خاطر، اپنی بڑائی کی خاطر وہ ظلم اور انصاف کی کوئی تمیز نہیں کرتے اور جب حقیقت بعض دفعہ سمجھتے بھی ہیں تو ان کی عزت کی پچ جو ہے اپنی ذاتی دنیوی لحاظ سے جو انہوں نے اپنا ایک وقار جھوٹا بنایا ہوا ہے اس دنیا میں اس کی خاطر وہ حقیقت کو اور صداقت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے اپنے اعمال کے لحاظ سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ورلی زندگی ہی کو اپنا مقصود بنالیا۔ اسی سے انہوں نے غرض رکھی خدا کو بھول گئے جو خدا تعالیٰ نے آیات ظاہر کی تھیں ان کی اصلاح کے لئے اور جو ہدایت بھیجی تھی مختلف انبیاء کے ذریعے مختلف زمانوں میں یہ اصولی بات یہاں بیان ہورہی ہے آدم سے لے کے قیامت تک اس کا بھی انہوں نے کوئی خیال نہیں کیا۔ بس دنیا ہے دنیا ہے، کھانا ہے، پینا ہے، سونا ہے، ناچ ہے، گانا ہے، گپیں ہیں، چغلیاں ہیں، بدظنیاں ہیں، اپنی بڑائی کی شیخی ہے، فخر کا اعلان ہے، اپنی جھوٹی عزتوں کی خاطر ہر قسم کا ظلم ہے وغیرہ وغیرہ ہزار قسم کی برائیاں پھر ایسے شخص کے اندر پیدا ہوجاتی ہیں چونکہ ہر قسم کی برائی ایسے شخص کے اندر پیدا ہوجاتی ہے اس لئے سب سے زیادہ گھاٹا پانے والا وہ بن جاتا ہے۔

اور پھر وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اس کے ساتھ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں۔ دنیا میں آگے نکل رہے ہیں۔ بین الاقوامی لیڈرشپ انہیں حاصل ہوگئی۔ بڑی طاقت ہے ایک دنیا کو دھمکی دیں تو آدھی دنیا لرز جاتی ہے کہ کہیں ہمارے اوپر کوئی آفت ہی نہ آجائے اور اس قسم کی فضا انہوں نے پیدا کی ہے کہ وہ اور ان کے ساتھی اسی چیز کو حسنِ عمل سمجھتے ہیں جو حقیقی حسنِ عمل ہے اس سے وہ غافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا یہ تیسری بات تھی۔

اور چوتھی بات اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ یہ اس لئے ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی آیات جو ہیں اس کا یہ انکار کرتے ہیں۔قرآن کریم کی اصطلاح میں آیات دوقسم کی ہیں۔ایک وہ جو دنیوی لحاظ سے خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے ظاہر ہوتے اور دنیا میں ان جلووں کے نتیجے میں کچھ پیدا ہوتا ہے خلق یا امر کے نتیجے میں یعنی یا تو جو چیز پیدا ہوئی ہوئی ہے اس کی خاصیتوں میں اضافہ کیا جاتا ہے۔خدا تعالیٰ کے جلوے ان میں اضافہ کر کے ایک نئی چیز پیدا کرتے ہیں۔ بڑی کثرت کے ساتھ قرآن کریم نے آیات کے تحت اس قسم کے جلوے جو صفاتِ باری کے ہیں ان کا ذکر کیا ہے اور دوسری وہ آیات ہیں جو انبیاء کے ذریعہ سے اور انبیاء کے فیضان کے نتیجہ میں ان کے متبعین کے ذریعہ سے انسان کی ہدایت کے لئے، اس کی بہبود کے لئے، اس کی خوشحالی کے لئے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے وہ آیات ظاہر کی جاتی ہیں۔اس میں سب سے آگے نکلنے والے ہمارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے معجزات کا انسان شمار نہیں کرسکتا اور وہ تمام باتیں معجزانہ رنگ میں جو ظاہر ہوئیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے وہ بھی آیات ہیں۔اسی واسطے جس طرح اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی کے برسنے کا ذکر کرتے ہوئے اسے آیت شمار کیا اور اس پانی سے زمین کو زندہ کرنے کو اس نے آیت کہا اور اس سے کھیتیاں اگانے کو اس نے آیت کہا اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آیاتِ باری ہمارے سامنے پیش کیں کلام باری کی شکل میں یعنی قرآن کریم، اس کے ہر ٹکڑے کو آیت کہا گیا۔ساری آیات قرآنی ہیں نا۔ہم گنتے ہیں کہ اس سورت کی اتنی آیات ہیں اس سورت کی اتنی آیات ہیں انہیں بھی آیات کہا جاتا ہے۔تو یہ بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں قرآن کریم کی اصطلاح میں جن پر آیات کا لفظ بولا جاتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا اس لئے ہیں کہ یہ انکار کرتے ہیں خدا تعالیٰ کی ان آیات کا جو خدا تعالیٰ نے اس کائنات میں ظاہر کیں اس غرض سے کہ اس کے بندے ان آیات سے ہر قسم کا فائدہ حاصل کریں اور جس غرض کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے وہ وہاں تک پہنچیں۔

آیت کے جو بنیادی معنی ہیں وہ یہ ہیں کہ ایک ایسی ظاہری علامت، جو کسی مخفی حقیقت کی طرف انسان کو لے جاتی ہے تو یہ ساری آیات ایک بنیادی حقیقت کی طرف لے جانے والی

ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت ہے۔تو کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ خدا تعالیٰ نے جس غرض سے ان آیات کو نازل کیا تھا خواہ مادی دنیا میں جلوے ظاہر ہوئے اس کی صفات کے خواہ روحانی دنیا میں جلوے ظاہر ہوئے اس کی صفات کے انہوں نے ان آیات کا انکار کیا اور پہچانا نہیں اور جلوے اسلئے ظاہر ہوئے تھے کہ لقائے باری انسان کو حاصل ہو اور چونکہ انہوں نے آیات ہی کو نہیں پہچانا ان کا انکار کیا۔ نہ مادی دنیا کی آیات سے نہ کائنات میں ظاہر ہونے والی آیات سے جو خدا تعالیٰ کی طرف نشاندہی کرنے والی تھیں، ہمیں راستہ دکھانے والی تھیں خدا کی وحدانیت کا نہ ان سے فائدہ اٹھایا نہ خدا تعالیٰ کا کلام جب نازل ہوا رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ اس سے فائدہ اٹھایا اور جس غرض سے یہ آیات نازل ہوئی تھیں کہ یہ ان کو بتایا جائے کہ تم بے سہارا نہیں، تمہارا ایک سہارا ہے، تمہاری پیدائش کی ایک غرض ہے۔ تمہیں اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تمہارا اس ورلی زندگی میں بھی اپنے زندہ خدا سے ایک زندہ تعلق پیدا ہو تو پانچویں بات ہمیں یہ بتائی کہ وہ انہوں نے انکار کیا خدا تعالیٰ کی لقا سے یعنی وصلِ الٰہی اس دنیا میں ممکن ہی نہیں۔ نہ آیات کو مانا اور پہچانا نہ اس غرض سے واقف ہوئے اور اس کے لئے کوشش کی جس غرض کے لئے ان پر دو قسم کی آیات کو نازل کیا گیا تھا۔

اس کا نتیجہ ظاہر ہے فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ چھٹی بات یہ ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے اعمال، ان کی کوششیں ان کا مقصود جو تھا ان کا تعلق آسمانی رفعتوں کے ساتھ نہیں تھا۔ان کا تعلق اس بات سے نہیں تھا کہ وہ اپنی زندگی اس رنگ میں گزاریں کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور پیار کو حاصل کرنے والے ہوں۔ زمین کی طرف وہ جھک گئے اور دنیا سے انہوں نے تسلی پالی اور ایک عارضی خوشی جو تھی اس دنیا کی اسی کو سب کچھ سمجھ لیا اور ابدی خوشیوں کو اس عارضی خوشی پر قربان کر دیا۔ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ان کے اعمال گر کر اسی دنیا کے ہو کر رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیکن صرف یہ زندگی تو نہیں۔اس کے بعد ایک اور زندگی ہے اور اس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں قیامت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے یعنی مرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ کہ جو شخص انفرادی طور پر

مرے اسی وقت اس کی ایک قیامت ہو جاتی ہے لیکن ایک وہ ہے جب حشر ہوگا اور سارے اکٹھے کئے جائیں گے اور خدا کا پیار حاصل کریں گے یا اس کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ان کے وہ اعمال جو دنیا کے لئے کئے گئے ہوں گے اور جن کے نتیجہ میں خدا کے پیار کو حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہیں ہوگی بے وزن ہوں گے ان کا کوئی وزن نہیں ہوگا، بے نتیجہ ہوں گے ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا، لاحاصل ہوں گے ان سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ زندگی کا مقصد تھا کہ خدا تعالیٰ کے عبد بنتے، اس کے پیار کو حاصل کرتے، ابدی جنتوں کے وارث بنتے وہ ان کے وارث نہیں بنیں گے۔ یہ ہے جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ یہ جہنم ہے یعنی کہا کہ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا قیامت کے دن ہمارا پیار انہیں حاصل نہیں ہوگا۔ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ یہ جہنم ان کی جزا ہے اور اس لئے ہے کہ انہوں نے انکار کیا آیات کا۔

خدا تعالیٰ نے جو دو قسم کی آیات جیسا کہ میں نے بتایا نازل کی تھیں انسان کی ہدایت کے لئے ایک اپنے ان جلووں کے ذریعے جو اس نے کائنات میں کئے اور جن سے اس کی عظمت ثابت ہوتی ہے، جن سے ہمیں یہ پتا لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے ہر ذرے کے ساتھ ایک ذاتی اور ہمیشہ رہنے والا تعلق قائم ہے جس سے ہمیں پتا لگتا ہے کہ ایک لحظہ کے لئے اگر خدا تعالیٰ کا یہ قرب نہ ہو اس حي وقيوم کا تو فنا آ جائے اس چیز پر جس سے وہ قطع تعلق کرتا ہے۔ وہ ہلاکت ہے وہ عدم بن جاتا ہے اس کے لئے۔ تو چونکہ انہوں نے کائنات میں ظاہر ہونے والے جلووں کا انکار کیا اور جو روحانی ارتقاء کے لئے اور روحانی رفعتوں کے حصول کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام اور اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ نوعِ انسانی کے لئے صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کی بھلائی کے لئے اب ایک زندہ نبی کی صورت میں قیامت تک انسانوں میں اپنے روحانی فیوض کے لحاظ سے زندہ ہیں اور موجود ہیں۔ اس اتنی عظیم کتاب اتنی عظیم آیات جس کا ایک ایک لفظ جو ہے وہ انسان کو حیران کر دیتا ہے اتنی ہدایتیں، اتنی خوبصورتیاں، حسن پاک کرنے کی اتنی طاقت، اتنا جذب ان کے اندر ہے لیکن اس کو پہچانا نہیں انہوں نے۔ اَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا تو ثابت

ہوگیا۔ خدا کے نزدیک بدترین عمل کے لحاظ سے وہ لوگ ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں جو اٰیٰتِ رَبِّهِمْ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس لئے ان آیات کو ظاہر کیا تھا کہ ان کی جسمانی اور روحانی تربیت کرے، ربوبیت کرے رب ہے وہ ان کا۔ اس لئے کیا تھا کہ وہ اس کے نتیجہ میں اس کے پیار کو اس کی رضا کو اور اس کی رضا کی جنتوں کو حاصل کریں۔ ایک ابدی جنت ان کے نصیب میں ہو جہاں خیر ہی وہ چاہیں گے اور ہر خیر جو وہ چاہیں گے وہ ان کو ملے گی۔ بڑی عجیب ہے وہ دنیا جسے ہم آج سمجھ نہیں سکتے ہماری طاقت میں نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ ہماری یہ آنکھ، نہ ہمارے یہ کان، نہ ہمارا یہ دماغ اسے سمجھ سکتا ہے لیکن تمثیلی زبان میں اشارے اس کی طرف کئے گئے ہیں۔ وہ اس کی حقیقت کو اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کے پیار کو جو وہاں جانے والے حاصل کریں گے ہر آن رفعتوں کے حصول کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کچھ دھندلا سا نقشہ اس زندگی میں بتایا ہے اور پھر یہاں پیار کر کے بتایا ہے کہ اس زندگی میں جب میں پیار کرتا ہوں تمہاری امتحان کی ابتلا کی زندگی میں تمہاری غلطیوں اور کوتاہیوں اور غفلتوں اور گناہوں کے باوجود جہاں ہر قسم کے گناہوں سے خدا تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ پاک کر کے بھیجے گا اس کا تو نقشہ ہی کچھ اور ہوگا۔ بہرحال یہ ان لوگوں کا بیان ہے ان آیات میں جو اپنے اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گرے ہوئے ہیں خدا تعالیٰ کی نگاہ میں۔

اور دعا کرتے رہنا چاہیئے اور اپنے عمل سے اور اپنی کوشش سے اور اپنی سعی سے اور اپنی تربیت کے ہر رخ سے اور اپنی روحانی تڑپ سے اور محبت اور عشق کی راہوں کو اختیار کر کے یہ کوشش کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ اس بدترین گروہ میں ہمیں شامل نہ کرے اس گروہ میں بھی شامل نہ کرے کہ جن کے اعمال کچھ بھی تھوڑے سے اس کی نگاہ میں برے ہیں۔ یہاں تو ان کا ذکر ہے نا جو سب سے زیادہ گرے ہوئے اعمال والے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی مغفرت کا سلوک ہم سے کرے۔ ہمیں اس کا پیار حاصل ہو۔ ہمیں اس کی رحمت کے سائے میں ہمیشہ سکون ملتا رہے روحانی اور ہماری روح ہمیشہ یہ آواز بلند کر رہی ہو رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا و بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا۔ (بخاری۔ کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب

وَقْتُ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ) اللہ سے ہم خوش، اسلام سے ہم خوش اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے محبوب ہیں ان سے بھی ہم خوش۔ وہ خدا تعالیٰ کے بھی پیارے ہیں اور خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی ان سے پیار کرنے والے ہوں اور ان کے طفیل اور ان کے فیض سے ان نعمتوں کو حاصل کرنے والے ہوں جن کی بشارت اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے لئے دی ہے۔ آمین

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)